اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

رجسٹرڈ ایل ۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

نمبر ۱۹	۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۲ھ	یوم یکشنبہ	مطابق ۱۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ء	جلد ۲۱

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق پالم پور سے آمدہ اطلاع جو ۹ اگست کو پہونچی مظہر ہے۔ کہ حضور ۷ اگست کلو تشریف لے گئے۔ جہاں ایک ہفتہ قیام فرمائیں گے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب چند روز کے لئے اپنے کسی ذاتی کام کی خاطر کلکتہ تشریف لے گئے ہیں۔

۹ اگست تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں ڈیبیٹنگ سوسائٹی کا سالانہ اجلاس ہوا جس میں متعدد سابقہ و موجودہ طلباء نے تقریریں کیں مضمون زیر بحث یہ تھا۔ کہ "ذریعہ تعلیم انگریزی ہونا چاہیے۔ یا اُردو" انگریزی والوں کے حق میں فیصلہ ہوا۔ جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب ایم۔ بی بی۔ ایس اور جناب ماسٹر علی محمد صاحب صابر بی۔ اے۔ بی۔ ٹی جج تھے۔

مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ۱۲ اگست سے موسمی تعطیلات کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ کے لئے بند ہو گئے۔ اور طلباء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام اور دیگر مذاہب میں مابہ الامتیاز

(فرمودہ ۱۳ اگست سنہ ۱۹۰۵ء)

"اسلام اور دوسرے مذاہب میں جو امتیاز ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اسلام حقیقی معرفت عطا کرتا ہے۔ جس سے انسان کی گناہ آلودہ زندگی پر موت آجاتی ہے۔ اور پھر اسے ایک نئی زندگی عطا کی جاتی ہے۔ جو بہشتی زندگی ہوتی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر قرآن شریف سے اعراض صوری یا معنوی نہ ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اس میں اور اس کے غیروں میں فرقان رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے اس کی قدرتوں کے عجائبات وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی معرفت بڑھتی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور اس کو وہ حواس اور قوےٰ دیئے جاتے ہیں۔ کہ وہ ان چیزوں اور اسرار قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ جو دوسرے نہیں دیکھتے۔ وہ ان باتوں کو سنتا ہے مگر اوروں کو اس کی خبر نہیں۔ اسی لئے فرمایا۔ من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جہان کیلئے انسان اسی عالم سے حواس لے جاتا ہے۔ اسی جگہ سے وہ بصارت لے جاتا ہے۔ جو وہاں کی اشیاء اور عجائبات کو دیکھے۔ اور یہاں ہی سے وہ شنوائی لے جاتا ہے۔ جو سنے۔ گویا جو اس جہان میں وہاں کی باتیں دیکھتا۔ اور سنتا نہیں۔ وہ وہاں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

یہ تھا مابہ الامتیاز اسلام اور دوسرے مذاہب کے درمیان۔ جس کو میرے مخالف

تبلیغی رپورٹ

الجماعۃ الاحمدیۃ فی الدیار العربیۃ

بہائیوں کے دونوں لیڈروں سے گفتگو

چند ہفتے گزرے۔ کہ میں اور ایک دوست جناب شوقی آفندی کی ملاقات کے لئے گئے۔ ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی آپ نے بہائیت کی سب سے بڑی خوبی یہ بتائی۔ کہ وہ وحدت عالم کا پیغام دیتی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ یہ بات تو قرآن مجید میں باحسن صورت موجود ہے۔ قرآن مجید کی منسوخیت کے ذکر پر کہنے لگے۔ علمائے اسلام بھی تو آیاتِ قرآنیہ کو منسوخ مانتے ہی ہیں۔ میں نے کہا۔ جماعت احمدیہ اس اصل کو لے کر دنیا میں کھڑی ہوئی ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں۔ آپ قرآن مجید سے ایک بہتر بات تو پیش فرمائیں۔ ملے دے کر آپ وحدت کا ہی ذکر کرتے رہے۔ میں نے کہا۔ قرآن کی ناسخ شریعت تو ابھی تک زاویہ گمنامی میں ہے۔ حالانکہ اس پر ۳/۴ صدی گزر چکی ہے۔ اس پر عمل کا وقت کب آئے گا۔ جو غیر احمدی دوست میرے ساتھ تھے وہ بہت اچھا اثر لے کر آئے۔ اور کہنے لگے۔ دراصل بہائیت کا علاج صرف احمدیت ہی ہے۔

۱۵۔ جولائی کو عکا گیا۔ بہاء اللہ کی قبر اور بہائیوں کا قبلۂ نماز کو دیکھنے کے بعد بہائیوں کے دوسرے فرقہ کے لیڈر الشیخ محمد علی سے ملاقات کی۔ دو گھنٹے تک مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے کہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ دنیا کا آئندہ مذہب بہائی ہوگا۔ اہل دنیا کو مذہب سے الگ ہو کر باہمی محبت کرنا چاہیئے۔ نیز کہا۔ کہ میں تو اب بھی اسلامی طریقہ پر پانچ نمازیں اور نماز میں قرآن پڑھتا ہوں۔ میرے مکان پر آنے کا وعدہ کیا عکا کے سفر میں بعض اصحاب سے ملاقات کے علاوہ فرقہ شاذلیہ کے زاویہ کو بھی دیکھا۔ ان کے لیڈر چونکہ سو رہے تھے۔ اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔

حمص میں تبلیغ احمدیت

حمص کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں پر احمدیت کے لئے اچھا میدان پیدا ہو رہا ہے۔ بہت سی سعید روحیں سلسلہ کے قریب ہیں۔ ٹریکٹ اور رسالے خوب تقسیم کئے جاتے ہیں۔ السید محمود ابراہیم کی مساعی جمیلہ قابل تحسین ہیں جزاہ اللہ خیراً۔

مصر میں تبلیغ

احباب مصر ہفتہ واری اجلاس کرتے ہیں۔ بسا اوقات غیر احمدی اصحاب بھی شریک ہوتے ہیں۔ تقریریں کی جاتی ہیں۔ بعض خاص اجتماعات بھی ہوتے ہیں۔ ان دنوں جماعت مصر نے عیسائی تبلیغ کے مقابلہ کے لئے ایک خاص کمیٹی کا انتخاب کیا ہے۔ اس کمیٹی کے اغراض و مقاصد۔ اور ریزولیوشن مصر کے بڑے بڑے اخبارات نے شائع کئے ہیں۔ اخبار السیاسۃ اخبار البلاغ۔ اخبار الجہاد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس قسم کی ایک اور کمیٹی کا جلد انتخاب ہونے والا ہے۔

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کی ہندوستان کو روانگی

جناب شیخ صاحب ایک عرصہ کے بعد ۱۴۔ جولائی کو قاہرہ سے عازم ہند ہوئے۔ آپ نے اپنے عرصۂ قیام میں سلسلۂ احمدیہ کی قابل قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ ہر موقعہ پر آپ نے جماعت کے مفاد کو مقدم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عنایت فرمائے آمین۔ آپ کی روانگی سے ہم سب کو افسوس ہوا۔ آپ کے عام دوستوں نے آپ کے لئے الوداعی پارٹیاں دیں۔ اور جماعت نے ایک خاص پارٹی دی۔ اور آپ کی خدمات پر شکریہ ادا کیا۔ روانگی کے وقت سٹیشن پر جماعت کے احباب کے علاوہ بعض اخبار نویس اور مصر کے مشہور مفتی علامہ طنطاوی جوہری بھی خدا حافظ کہنے کے لئے موجود تھے۔ مصر اور فلسطین کے اکثر اخبارات نے آپ کی روانگی کی خبر شائع کی ہے۔

متفرقات

اخبار فلسطین نے ہمارے رسالہ کا خاص نمبر میں ذکر کیا۔ علاقہ مراکش سے ایک شخص نے رسالہ جات منگوائے ہیں۔ جب گزشتہ دنوں شاہ عراق مصر سے گزرے۔ تو جو لوگ ان کے استقبال کے لئے مدعو تھے۔ ان میں برادرم السید منیر آفندی الحصنی بھی تھے موصوف انتظار میں بعض نواب اور بڑے علماء سے احمدیت کے متعلق دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ حال ہی میں جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے لنڈن میں جو اہم تقریر فرمائی ہے۔ اس کا ذکر یافا کے اخبار الجامعۃ الاسلامیۃ نے "انگریزی پارلیمنٹ میں اسلام" کے عنوان سے شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ لکھا ہے:۔ کہ "صرف چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے ہی مقررہ مضمون کو نہایت ہی دلچسپ رنگ میں ادا کیا اور آپ کے بیان پر مسلمان اور انگریز بہت ہی خوش ہوئے"
(۱۲۔ جولائی) الحمد للہ۔

بیعت

عرصۂ زیر رپورٹ میں تین شخص داخل سلسلہ ہوئے۔ (۱) برادرم السید محی الدین آفندی الحصنی۔ آپ برادرم السید منیر آفندی الحصنی کے بڑے بھائی ہیں۔ عرصہ دراز سے تحقیق حق میں معروف تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق بخشی۔ الحمد للہ آپ ایک جری اور مخلص انسان ہیں (۲) السیدہ عائشہ۔ یہ الشیخ علی القزق کی بڑی لڑکی ہیں۔ (۳) السیدہ وحیدہ ثابت قاہر آپ ایک اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہیں سلسلہ کا لٹریچر ہمیشہ مطالعہ کرتی رہتی ہیں۔ وفد مصری کی "لجنۃ السیدات" کی سکرٹری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب کے ذریعہ سلسلہ کی صداقت پر کامل یقین بخشا۔ آپ کا اکلوتا لڑکا کچھ عرصہ ہوا۔ فوت ہو گیا۔ ایک دفعہ خواب میں دیکھا۔ کہ وہ بچہ وضو کرنے۔ اور نماز پڑھنے کی تاکید کرتا ہے۔ محترمہ خاتون نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کہ اے مولا۔ اگر سلسلۂ احمدیہ حق ہے۔ تو میرے بیٹے کی مجھے دوبارہ زیارت کا موقعہ عطا فرما۔ چنانچہ وہ بچہ دوبارہ نظر آیا۔ اور اس کے ہمراہ ایک بزرگ سفید پگڑی پہنے تھے۔ انہوں نے بچہ سے دریافت کیا۔ یہ کون ہے۔ اس نے کہا۔ کہ یہ "المعلم الاکبر" ہے۔ بیداری کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو استقامت اور مزید اخلاص عطا فرمائے۔ بالآخر میں احباب کرام سے دعا کے لئے التجا کرتا ہوں۔ تا اللہ تعالیٰ جلد جلد احمدیت کو ان ملکوں میں پھیلائے۔ اور میرے گناہ معاف فرما کر مجھے اپنے حضور قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار۔ ابو العطاء اللہ دتہ جالندھری۔
حیفا۔ فلسطین ۔ ۱۷ جولائی ۱۹۳۳ء

وی۔ پی انکاری نہ ہوں

میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ ہر مہینے وی۔ پی انکاری واپس آنے سے کئی خریداروں کا پرچہ بمد امانت ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح پر ایک خاصی تعداد خریداران کم ہو جاتی ہے۔ اب کے جو وی پی بھیجے ہیں۔ اگر احباب کرام ہمت کر کے وصول کر لیں۔ اور سے انکاری نہ کریں۔ تو یہ بھی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں ایک قابل شکریہ کام ہوگا۔ منیجر الفضل۔ قادیان۔

دو دلچسپ کتابیں

ملک فضل حسین صاحب قادیان نے حال ہی میں دو نہایت دلچسپ کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام اچھوتوں کی درد بھری کہانیاں اور دوسری کا نام اچھوتوں کی حالتِ زار ہے۔ اول الذکر کتاب میں غیر ملکی سیاحوں اور ہندو جنٹلمینوں کی تحریروں سے بتایا گیا ہے۔ کہ اچھوت اقوام کس قسم کے ناقابل برداشت مظالم کا تختۂ مشق بنتی چلی آ رہی ہیں اور دوسری کتاب میں معزز ہندوؤں کے بیانات مصدقہ واقعات۔ اور ہندو دھرم کے راہ نماؤں کے اعلانات سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندو اچھوت اقوام کو انسانیت کا درجہ دینے سے قطعاً قاصر ہیں۔

چونکہ آجکل سیاسی اغراض کے ماتحت ہندو اچھوتوں پر کئی طرح کے ڈورے ڈالنے اور انہیں سبز باغ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے لٹریچر کی اشاعت نہایت ضروری اور ایک مظلوم مخلوق کی قابل تعریف خدمت ہے۔ دونوں کتابیں چھوٹے سائز پر عمدہ لکھائی چھپائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

عورتوں کی بے جا آزادی کے خلاف اہل یورپ کی آواز

عورتوں نے مردوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے

اسلام پر ناروا اعتراض

کہا جاتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ بے محابا اختلاط سے منع کر کے ان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ پردہ کا حکم دیکر ان کی آزادی سلب کر لی ہے۔ اور ان کا حلقۂ عمل خانہ داری۔ بچوں کی تربیت۔ اور خاندان کی عزت و ناموس کی حفاظت قرار دے کر ان کی ترقی کے راستہ میں ناقابل عبور روک حائل کر دی ہے اس کے ساتھ ہی عورتوں کی بے جا آزادی۔ اور خودسری کے اس سیلاب کو دیکھ کر جو یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جو ہر طرف نہایت زور شور کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ عورتوں کے متعلق اسلامی احکام بھی اس کے سامنے نہیں ٹھیر سکیں گے۔ اور بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے۔ جب زمانہ میں عورتوں کی بڑھتی ہوئی بے پردگی۔ اور آزادی کے مقابلہ میں اسلام اپنی ہار مان لے گا:۔

خطرناک نتائج

اس میں تو شک نہیں۔ کہ جو لوگ غیرت و حمیت کے جذبات سے عاری ہو کر سفلی جذبات کی سیری کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ اور دنیا میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہوتی ہے۔ ان کی یہی کوشش رہی ہے۔ کہ ہر قسم کی اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو کر اپنے لئے زیادہ سے زیادہ عیش و عشرت کے سامان بہم پہنچائیں اور عورتوں کی ہر قسم کی کھلی آزادی کو برداشت کرتے ہوئے۔ بلکہ اس میں ممد و معاون بن کر شرمناک سے شرمناک مناظر پیش کرنا ترقی کا کمال سمجھیں۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ ان کی بے راہ روی اور عورتوں کی بے جا آزادی اب انہیں ایسے مصائب و مشکلات میں مبتلا کر چکی ہے۔ جن سے وہ بے حد نالاں ہیں۔ اور ایسے بھیانک نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ جو نہایت ہی خطرناک صورت حالات پیش کر رہے ہیں۔ اور ان سے مجبور ہو کر وہ لوگ جو حقیقت شناسی اور دور اندیشی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ بے حد تشویش اور خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔

جرمنی عورتوں کی بے جا آزادی کے خلاف

ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا جرمنی میں عورتوں کی بے جا آزادی کے خلاف نہایت ذمہ دار طبقہ کی طرف سے آواز بلند کی جا چکی ہے اور ایک وزیر نے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھا۔ کہ "عورت کا کام بچے پیدا کرنا ہے۔ اور اس کی جگہ گھر میں ہے" اور اسے عملی شکل دینے کے لئے نہ صرف آئندہ عورتوں کو ملازمتیں دینے کی ممانعت کر دی گئی۔ بلکہ ہزارہا ملازم عورتوں کو برطرف کر دیا گیا۔ تاکہ وہ خود سرانہ زندگی بسر کرنے کی بجائے امور خانہ داری میں منہمک ہو سکیں:۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یورپ میں عورتوں کی موجودہ آزادی اور ان کے اسلوب زندگی کو وہ لوگ جن کے ذمے قوم کی حفاظت اور ترقی فلاح اور بہبودی کے فرائض ہیں۔ کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کی روک تھام کی کتنی ضرورت محسوس کرتے ہیں:۔

فرانس کی ایک علمی مجلس میں عورتوں کا ذکر

حال میں فرانس کی ایک اعلےٰ پایہ کی علمی مجلس کے زیر انتظام مدبرین۔ اور اہل علم اصحاب کا ایک شاندار اجتماع ہوا جس میں موسیو بالڈی صدر مجلس نے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یورپ کی نسوانی تحریکات کا جن الفاظ میں ذکر کیا۔ وہ "ملاپ" (۸ اگست) کے حوالہ سے درج ذیل کئے جاتے ہیں موسیو موصوف نے کہا۔

"یورپ میں آزادی نسواں نے ایک بڑے حصہ کی راحت کو رنج و الم میں تبدیل کر دیا ہے۔ اگر انقلاب ماہیت کا نظریہ صحیح ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یورپ میں انقلاب ماہیت ہو چکی ہے۔ یعنی یہاں مرد۔ عورتیں۔ اور عورتیں مرد بن گئی ہیں۔ یورپ میں دو تہائی مرد۔ عورتوں کے غلام ہو گئے ہیں۔ اور کوئی دن نہیں جاتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو ذلیل نہ کرتی ہوں۔ اور ان کو مفلس بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کرتی ہوں۔ مردوں کی مجبوری اور مقہوری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ خودکشیوں میں سے ۱۲ فیصدی خودکشیاں محض عورتوں کے ظلم و ستم کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی۔ اور ان کی آزادی کا تدارک نہ کیا گیا۔ تو ایک دن آئے گا۔ کہ تمام یورپ ان عورتوں کے ہاتھوں موت کی آغوش میں سو جائے گا"۔

یہی نہیں۔ بلکہ حالات اس سے بھی زیادہ خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔ چنانچہ موسیو موصوف نے کہا:۔

"آج عورتوں نے بچے پیدا کرنے سے انکار کر دیا ہے وہ ایک خاوند پر قناعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ گھر بار کو سنبھالنا وہ اپنے فرائض میں داخل نہیں سمجھتیں"

اہل یورپ کی عبرتناک اہلی زندگی

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر غور کرو۔ کہ اہل یورپ کی اہلی زندگی کس قدر ناخوشگوار اور تکلیف دہ بن چکی ہے۔ ایک طرف عورتوں نے مردوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور غلامی کی زنجیر اس سختی سے کس رہی ہیں۔ کہ مردوں کا ایک بڑا حصہ خودکشی کے سوا اس سے مخلصی کی کوئی صورت نہیں دیکھتا جب عورتیں ہر روز مردوں کو ذلیل کرنے اور ساتھ ہی مفلس بنانے کے سامان بہم پہنچا رہی ہوں تو ان بے چاروں کے لئے سوائے اس کے چارہ کار ہی کیا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر کے رہائی حاصل کریں۔ دوسری طرف وہ لوگ جو ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں عورتوں نے ان مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کہ وہ بچے پیدا کرنے سے انکار کرتی ہیں۔ ایک خاوند پر قناعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور گھر بار کو سنبھالنا اپنے فرائض میں داخل نہیں سمجھتیں۔ مردوں کے لئے اس قسم کی زندگی جس درجہ ذلت آمیز اور تکلیف دہ ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اور یہ تو ان عورتوں کی حالت ہے۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے ازدواجی زندگی اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن وہ جو شادی کو اپنی آزادی کے خلاف سمجھتی ہیں۔ اور کسی کی بیوی کہلانا پسند ہی نہیں کرتیں۔ وہ جو گل کھلا رہی ہیں۔ وہ الگ ہیں:۔

ذلت آمیز حالت بدلنے کی کوشش

ظاہر ہے۔ کہ یہ حالات قطعاً ناقابل برداشت ہیں۔ اور ان کی وجہ سے اہل یورپ کی زندگی نہایت تلخ ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے وہ چاہتے ہیں۔ کہ اس مصیبت خیز اور ذلت آمیز حالت کو بدلنے کی کوشش کریں۔ موسیو موصوف نے اس کے متعلق کہا "ان تمام بیماریوں کا علاج یہ ہے۔ کہ آزادی کی جو رسی عورتوں کے ہاتھوں میں دی گئی ہے۔ اس کو فوراً کاٹ دیا جائے۔ گو اس صورت میں مشکلات بھی پیدا ہونگی۔ اور ایک سخت کشمکش خانگی نظام کو اور بھی درہم برہم

کردے گی۔ لیکن ۲۰ سال کے بعد ہم اطمینان کا سانس لینے کے قابل ہو جائیں گے۔"

گویا وہ آزادی جسے عورتوں کا حق بتایا جاتا تھا۔ جسے یورپ اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھتا تھا۔ اور جسے پیش کرکے اسلام کے عورتوں کے متعلق خاص احکام کو ان پر ناقابل برداشت ظلم قرار دیا جاتا تھا۔ اسی کے متعلق اب کہا جا رہا ہے۔ کہ اس کی رسی کو فوراً کاٹ دیا جائے تاکہ ان مصائب و آلام سے نجات مل جائے۔ جو اس آزادی نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اور ان مشکلات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے جو اس جدوجہد میں پیش آئیں کیونکہ ان مشکلات پر غالب آجانے کی صورت میں بیس سال کے بعد اطمینان کا سانس لینے کے قابل ہو سکیں گے۔

اہل یورپ کی بے چارگی

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ عورتوں کی بے جا آزادی نے اہل یورپ کی حالت کس قدر اندوہناک بنا رکھی ہے۔ لیکن اس میں یہ معلوم ہونے پر اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کہ اس درد مصائب میں مبتلا ہونے۔ اور ان سے مخلصی پانے کی پوری خواہش رکھنے کے باوجود وہ لوگ اپنے آپ کو بالکل بے بس اور بے چارہ پاتے ہیں۔ چنانچہ موسیو موصوف نے جہاں عورتوں کی آزادی کو نہایت بھیانک شکل میں پیش کرکے اس کے فوری مقابلہ کی طرف اہل یورپ کو توجہ دلائی۔ اور آرام کا سانس لینے کی خاطر کم از کم بیس سال اس جدوجہد میں مصروف رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہاں یہ بھی کہا۔ کہ "ضرورت ہے عورتوں سے مخفی رکھ کر مردوں میں ایک عام تحریک پیدا کی جائے تاکہ وہ اس عذاب سے نجات پانے کے قابل ہو سکیں۔" اس سے ظاہر ہے۔ کہ عورتوں کی وہ آزادی جس نے یورپ کو مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس حد تک بڑھ چکی ہے۔ کہ مردوں کو اس کے انسداد کے لئے کھلم کھلا کوئی تحریک کرنے کی بھی جرأت نہیں۔ اور وہ خفیہ طور پر اس عذاب سے نجات پانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔

بے جا آزادی نسواں کا انجام

یہ ہے اس آزادی نسواں کا انجام جس پر کل تک فخر کیا جاتا تھا۔ اور جسے پیش کرکے اسلام کے نادان دشمن اس پر اعتراض کرتے تھے۔ بلکہ یورپ کی اندھا دھند تقلید کرنے والے ہندوستانی اب بھی کرتے ہیں۔ یورپ اس آزادی کا شرمناک خمیازہ بھگت رہا ہے۔ اور وہ لوگ جو اس بلائے بے درماں میں یورپ کو اپنا راہنما بنا رہے ہیں۔ ان کا بھی یہی انجام ہوگا۔ اور ہوگا کیا۔ ہو رہا ہے۔ ہندو عورتوں کے متعلق ہندو اخبارات کے بیانات شاہد ہیں۔

صداقت اسلام کا ثبوت

کیا یہ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت نہیں ہے۔ کہ اسلام نے عورتوں مردوں کے جس قسم کے اختلاط کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اسے جائز قرار دے کر اور اسلام کی دی ہوئی آزادی کے مقابلہ میں خود تجویز کردہ آزادی کو رائج کرکے یورپ نے اپنے آپ کو ایسے مشکلات میں مبتلا کر لیا ہے۔ جن سے نکلنے کی اب اسے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور جو لوگ یورپ کی اس لعنت میں اپنے آپ کو شریک کریں گے۔ وہ اپنے آپ پر ایسا ہی عذاب مسلط کریں گے جیسا کہ یورپ میں اس وقت مسلط ہے:

معاہدۂ پونا اور ہندو

جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے نمائندوں نے جن کا یہ دعوے ہے کہ وہ ۹۵ فیصدی ہندوؤں کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ شہادت دیتے ہوئے کہا۔ کہ "فیڈریشن قائم ہو یا نہ ہو۔ مکمل صوبجاتی خودمختاری فوراً مل جانی چاہیئے۔"

اس پر "ملاپ" سخت غم و غصہ کا اظہار کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"انہوں نے جو کچھ اس کی ہے۔ اسے سن کر دنیا کے لوگ یہی کہیں گے۔ کہ ہندوستان کو ابھی ایک دو ہزار برس غلام ہی رہنا چاہیئے۔"

حالانکہ انہوں نے جو کچھ کہا۔ وہ اپنے اندر بہت بڑی معقولیت رکھتا ہے۔ اور ہندوستان کی اکثریت کا یہی مطالبہ ہے اس کے مقابلہ میں دیگر امور کے علاوہ معاہدہ پونا کو کالعدم قرار دینے کے لئے قوم پرست ہندوؤں نے جو کوشش کی۔ اور جس کے سب سے بڑے حامی ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کا جو تار پیش کیا۔ اس کی بنا پر اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہندوستان میں اس قسم کے جانور بستے ہیں کہ انہیں ابھی ایک دو ہزار سال غلام ہی رہنا چاہیئے۔ تو یہ بالکل درست ہوگا۔ تمام سرکردہ ہندو لیڈروں نے پونا کا معاہدہ جو اچھوتوں کے ساتھ ہوا۔ منظور کیا۔ اور ٹیگور صاحب نے اس کے متعلق وزیر اعظم سے بذریعہ تار درخواست کی۔ کہ اس کے مطابق اصلاحات کے مسودہ میں ترمیم کر دی جائے۔ لیکن اب کہا جا رہا ہے۔ کہ وہ تو محض گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے کہا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ وقت گزر گیا ہے۔ اس معاہدہ کو پرزہ پرزہ کر دیا جائے۔ مگر کسی ایک بھی ہندو اخبار نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ اور اس بدعہدی کے متعلق ندامت محسوس نہیں کی۔ جو لوگ اس طرح اپنے معاہدات کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اور اس دیدہ دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کر سکتے ہیں۔ وہ قطعاً اس قابل نہیں ہیں۔ کہ ان پر کسی قسم کا اعتماد کیا جائے۔ یا انہیں کسی قسم کے اختیارات دیئے جائیں:

ہندو دھرم میں کوئی کشش نہیں

بھائی پرمانند کی جو ان دنوں لنڈن میں ہیں ایک چٹھی "ملاپ" نے شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے "ہندوؤں میں کوئی ایسی کشش نہیں ہے۔ جو لوگوں کو ہندو دھرم کی طرف کھینچ سکے۔ دوسروں کو کھینچنا تو درکنار

م

ان کو اپنی ہستی قائم رکھنا بھی دوبھر معلوم ہوتا ہے۔"

گویا بھائی جی نے ہماری اس رائے کی جو حال ہی میں شائع کی گئی تھی۔ حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔ کہ "لنڈن کی فضا میں ویدک دھرم کا پودا پنپ نہیں سکتا۔ اور ویدک دھرم کے عجیب و غریب اصول کوئی ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

امید ہے۔ آریوں پر واضح ہو گیا ہوگا۔ اگر نہیں۔ تو زمانہ بہت جلد... انہیں بتا دیگا۔ کہ جس بوسیدہ مذہب کو انہوں نے اپنے گلے سے چمٹا رکھا ہے۔ اس میں دنیا کے لئے کوئی کشش نہیں ہے:

جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب اور سیاسیات ہند

جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل لنڈن کے زیر اہتمام سیاسیات ہند پر جو تقریر کی۔ اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا۔

"ہندوستان پر ہندوستانیوں کی مرضی کے خلاف اور طاقت کے بل بوتے پر حکومت کرنے کی کوشش کرنا خیال خام ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ آپ اس پر حکومت نہیں کر سکیں گے۔ لیکن آپ کو روزمرہ کے انتظامات کرنے میں بھی فوج کی طاقت استعمال کرنی پڑے گی۔"

یہ الفاظ اخبار "ملاپ" (۸ اگست) درج کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"کیا یہی بات ہزار بار کانگرسی بھی نہیں کہہ چکے۔ اور اس صداقت پر آج گورنمنٹ کے آدمی مہر نہیں لگا رہے۔"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جناب چودھری صاحب موصوف اہل ہند کے اصل جذبات پیش کرنے۔ اور ان کی صحیح ترجمانی کرنے کا کتنا حوصلہ اور کیسی قابلیت رکھتے ہیں۔ کہ آپ کے مخالف بھی آپ کی حمایت کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا:-

"صوبجات میں مکمل ذمہ داری۔ اور مرکز میں تحفظات کے ساتھ ذمہ دار حکومت کا وعدہ ہم کو وزیر اعظم نے دیا تھا۔ یہی وعدہ مزدور حکومت کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اور اس کی تصدیق نیشنل گورنمنٹ نے بھی کی تھی۔ لیکن اب اس کے خلاف کیا جا رہا ہے اور کوئی نیا ہی کانسٹی ٹیوشن پیش کیا جا رہا ہے۔ یاد رہنا چاہیئے۔ کہ چاہے یہ کانسٹی ٹیوشن کامیاب بھی ہو جائے۔ لیکن وقت آئے گا۔ کہ وہ کانسٹی ٹیوشن آئینی طریقوں سے نہیں۔ بلکہ تشدد سے تبدیل کر دیا جائے گا۔"

ظاہر ہے۔ کہ جناب چودھری صاحب نے یہ بھی نہایت اہم بات بیان کی ہے۔ اتنی اہم کہ "ملاپ" نے اس کے متعلق بھی لکھا ہے۔ "چودھری صاحب نے گورنمنٹ کو بر وقت اطلاع دے کر حکومت کی خدمت کر دی ہے۔" اب یہ حکومت کا کام ہے۔ کہ اس مشورہ کو پیش نظر رکھے۔ ہاں اہل ہند کو بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جناب چودھری صاحب اپنے ملک کی خیر خواہی۔ اور اہل ہند کی بہتری کے لئے نہایت اعلےٰ جذبات رکھتے۔ اور ہر مناسب موقعہ پر ان کا اظہار کرتے رہتے ہیں:

احمدیت کے خلاف "سیاست" کا سلسلہ مضامین

۲

سید حبیب صاحب کی پہلی دلیل کی حقیقت

اب میں سید حبیب صاحب کے ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جو انہوں نے احمدیت کے خلاف پیش کئے ہیں۔ اور آج ان کی پہلی دلیل کی حقیقت بتائی جاتی ہے سید صاحب نے اپنے مضامین میں احمدیت کے متعلق اصولی بحث کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے جو بے اصولی بحث کی ہے۔ وہ بھی سطحی معلومات پر مبنی ہے۔ آپ کے مضامین کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معروف اسلامی مسائل سے بھی آپ کو پوری طرح واقفیت نہیں۔ طریق استدلال نہایت درجہ بودا ہے۔ آپ ثابت کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اور دلیل کوئی اور بیان کرتے ہیں۔ آئندہ اشاعتوں میں اس کی بہت سی مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ

سید صاحب کی پہلی دلیل

سید صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (نعوذ باللہ) جھوٹے ہونے کی سب سے پہلی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"قرآن مجید کے ماننے والوں کو اس حقیقت پر ناز ہے ۔۔۔۔ کہ دنیا میں الہامی کتابوں کے ماننے والوں میں صرف مسلمان ایسے ہیں جنکا ایمان ایسی کتاب پر ہے۔ جس کے مقابل میں کوئی اور تصنیف نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک کا اپنا دعویٰ ہے۔ کہ اس کی آیتوں کی طرح کی دس آیتیں بھی کوئی نہیں لکھ سکتا۔۔۔۔۔۔ اسلام دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے امریکہ اور یورپ کے قارونوں کا روپیہ پانی کی طرح بہ چکا۔ اور پادریوں نے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ مگر اس کی ایک للکار کا جواب نہ دے سکے۔ وہ للکار کیا ہے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ پس جس مسلمان کی نگاہوں میں قرآن پاک کی یہ خوبی جب چکی ہو۔ وہ کسی مدعی نبوت کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ وہ مدعی الہام ایسا بیان اور ایسی زبان نہ لائے۔ جس کا دنیا میں جواب نہ ہو۔ مرزا صاحب کی تحریروں کو میں نے بغور پڑھا ہے ۔۔۔۔ مجھ ایسا ہیچمدان بھی یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پر ہے۔ ان کی تحریروں میں عربی فارسی اور اردو استعمال کیا گیا ہے۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں۔ ان کی عربی میں فاش غلطیاں دکھا سکتے ہیں۔ فارسی کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن میں اردو کے متعلق وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں ان کی تحریر کو نہایت معمولی اغلاط سے مملو پاتا ہوں اور من حیث الکل بھی نہ ان کی تحریر معجز نما ہے۔ اور نہ پر زور مثلاً ان کی کتاب تریاق القلوب کے ص۳۳ میں انہوں نے اپنی قسلم کے الفاظ استعمال کرکے تذکیر و تانیث کی ایک نہایت ہی پیش پا افتادہ غلطی کی ہے۔ حقیقۃ الوحی ص۲۵۵ پر "سرخی کی قلم" استعمال کئے گئے ہیں۔ اور ایک موقعہ پر "ہوش آئی" کے الفاظ لکھ کر آپ نے اپنی ادبی اغلاط کا بد ترین نمونہ پیش کیا ہے۔ عبارت کے طویل نمونے مبتذل طرز تحریر کے ثبوت میں پیش کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ مرزا صاحب کی تحریر سے ایسے نمونے متعدد پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ ساری تحریر کا معیار ادب بہت ادنیٰ ہے۔ ادبی لحاظ سے تحریر کی خوبی کا نمونہ کہیں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ شائد کہا جائے۔ کہ ادبی چٹخاروں سے مذہب کو کیا واسطہ لہذا میں پھر عرض کروں گا۔ کہ قرآن پاک نے جو ہمارے مذہب کی بنا ہی زبان کو معیار صداقت مذہب قرار دے کر اس کا دعوے کیا ہے۔ پس اس کی اہمیت کو گھٹانا قرآن پاک کے ایک اصول کو نظر انداز کرتا ہے" (قسط چہارم)

انداز تحریر

ناظرین! سید صاحب نے مذکورہ بالا سطور میں جن علمی اور ادبی حقائق و معارف کا اظہار فرمایا ہے۔ انہیں جانے دیجئے ذرا اس تحریر کی روشنی میں "الفضل" کا وہ نوٹ دیکھ لیا جائے جس کے متعلق سید صاحب نے یہ چیلنج کیا تھا۔ کہ اس کا میری تحریرات سے مقابلہ کیا جائے۔ اور جس میں یہ لکھا گیا تھا۔ کہ "سید حبیب صاحب آف سیاست نے تحریک قادیان کے عنوان سے اپنے اخبار میں ایک سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ جس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ بعض مخالفین سلسلہ نے اس وقت تک احمدیت کے خلاف جو بیہودہ سرائی کی ہوئی ہے۔ اس میں اپنی غیر مربوط اور بے ڈھنگی عبارت آرائی کے پیوند لگا کر پیش کیا جا رہا ہے" اور پھر فیصلہ کریں۔ کہ کیا ایسی دلآزار تحریرات کی موجودگی میں انہیں یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ اپنی تہذیب و متانت کا ڈھول پیٹیں۔

خدا اور نبی کے کلام میں فرق

سید صاحب نے معیار تو یہ پیش کیا۔ کہ مدعی نبوت کی وحی کی زبان فصیح ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ بے مثال اور لاشریک ہستی کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال میں آپ نے وحی الٰہی یعنے قرآن مجید کو پیش کیا۔ مگر نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسے چسپاں کرتے ہوئے آپ کو یہ کیا سوجھی کہ حضور کے اپنے کلام پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ یعنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلام کو قرآن مجید کی وحی کے مقابلہ پر رکھدیا حالانکہ اول الذکر انسانی کلام ہے۔ اور ثانی الذکر الہام الٰہی اور وحی متلو ہے۔ اس وجہ سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ سید صاحب قرآن مجید کے بےنظیر کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جسطرح اس کتاب کا مصنف لاشریک و بے مثال ہے۔ اسی طرح اس کتاب کے مقابلہ میں کوئی اور کتاب تصنیف نہیں ہو سکتی" خدا تعالیٰ کے متعلق "مصنف" اور قرآن مجید کے متعلق "تصنیف" کے الفاظ غالباً پہلی دفعہ سید حبیب صاحب نے ہی اپنی قادر الکلامی کے صدقے استعمال کئے ہیں۔ اور اس طرح یہ بتایا ہے۔ کہ قرآن مجید کا بےنظیر کلام اس کے "مصنف" (خدا تعالیٰ) کے لاشریک و بے مثال ہونے کی دلیل ہے۔ اب اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دعوےٰ ہوتا۔ کہ آپ لاشریک اور بے مثال ہیں۔ تو بے شک آپ کے کلام کو قرآن مجید کے کلام کی طرح بے مثال ہونا چاہیئے تھا۔ اور اس صورت میں سید صاحب کا اعتراض بھی درست ہوتا۔ مگر موجودہ صورت میں بالکل بے معنی اعتراض ہے۔ نبی کے اپنے کلام اور کلام الٰہی میں فرق ہونا ضروری ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ دونوں برابر ہوں ؎

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

مگر سید صاحب ان کو ایک ہی ترازو میں تول رہے ہیں۔ حالانکہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن پر قرآن مجید نازل ہوا ان کے اپنے کلام میں جو احادیث کی صورت میں موجود ہے۔ اور قرآن مجید میں ایسا نمایاں اور بین فرق ہے۔ کہ کوئی مسلمان انہیں مساوی درجہ نہیں دے سکتا۔ پھر دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کلام کے متعلق خدا تعالےٰ سے عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ھو افصح منی۔ کہ ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ نیز یہ کہ لا ینطلق لسانی میری زبان میں روانی نہیں۔ اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زبان سے خدا تعالےٰ کے سامنے یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ میری زبان میں روانی نہیں۔ نبی ہو سکتے ہیں۔ اور عظیم الشان نبی ہوئے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان دانی پر سید حبیب صاحب کا اعتراض کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اور اس سے آپ کی صداقت پر کیا حرف آسکتا ہے۔

انشاء پردازی میں خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کا مطلب

معلوم ہوتا ہے۔ اپنے اعتراض کی کمزوری کا خود سید صاحب کو بھی احساس ہوا۔ اس لئے انہوں نے اپنے اعتراض کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب ذیل الفاظ سے تقویت دینے کی کوشش کی۔

"یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے۔ کہ میں خدا تعالےٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جب میں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں۔ تو میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔"

لیکن افسوس کہ یہ الفاظ پیش کرتے ہوئے اس کے ساتھ کی درمیانی عبارت چھوڑ کر بعد کے چند فقرات پیش کر دیئے گئے۔ اس طرح انشاء پردازی کے وقت خدا تعالےٰ کی اعجاز نمائی کی جو تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اسے دیدہ دانستہ اپنے ناظرین سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں وہ عبارت درج کی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے۔ (۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے۔ اور میں اسکو لکھتا جاتا ہوں۔ اور گو اس تحریر میں مجھے کوئی مشقت اٹھانی نہیں پڑتی۔ مگر دراصل وہ سلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ یعنے الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی۔ تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا۔ کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے۔ کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر ان مضامین کو میں لکھ سکتا۔ واللہ اعلم۔ دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں۔ اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے۔ کہ وہ مجھے معلوم نہیں۔ تب انکی نسبت خدا تعالےٰ کی وحی راہ نمائی کرتی ہے۔ اور وہ الفاظ وحی متلو کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے۔ اور زبان پر جاری کرتا ہے۔ اس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔ مثلاً عربی عبارت کے سلسلہ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی۔ جو ٹھیک ٹھیک بسیاری عیال کا ترجمہ ہے۔ اور وہ مجھے معلوم نہیں۔ اور سلسلہ عبارت اس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ ضفف ڈالا گیا۔ جس کے معنے ہیں بسیاری عیال۔ یا مثلاً سلسلہ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہوئی۔ جس کے معنی ہیں۔ غم و غصہ سے چپ ہو جانا۔ اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں۔ تو فی الفور دل پر وحی ہوئی۔ کہ وجوم ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے بنائے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں۔ اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔ اور بعض فقرات آیات قرآنی ہوتے ہیں۔ یا ان کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرف سے اور بعض اوقات کچھ مدت کے بعد پتہ لگتا ہے۔ کہ فلاں عربی فقرہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے برنگ وحی متلو القا ہوا تھا۔ وہ فلاں کتاب میں موجود ہے۔ چونکہ ہر ایک چیز کا خدا مالک ہے۔ اس لئے وہ یہ بھی اختیار رکھتا ہے کہ کوئی عمدہ فقرہ کسی کتاب کا یا کوئی عمدہ شعر کسی دیوان کا بطور وحی میرے دل پر نازل کرے" (نزول المسیح صفحہ ۵۶ و صفحہ ۵۷)

یہ ہے وہ اعجاز جسکا دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی انشاء پردازی کے متعلق کیا ہے۔ نہ یہ کہ اپنی تحریرات کے ہر ایک لفظ ہر ایک فقرہ اور ہر ایک محاورہ کے متعلق آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے اور جب یہ صورت ہے۔ تو سید صاحب کے اس اعتراض کو کہ "مرزا صاحب کی تحریر متبذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔" اس حوالہ سے کچھ بھی تقویت حاصل نہیں ہو سکتی۔ دراصل انشاء پردازی میں اعجاز وہی چیز ہے۔ جسکی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مندرجہ بالا عبارت میں فرمائی ہے۔ نہ یہ کہ سید حبیب صاحب جیسے انشاء پرداز بعض الفاظ جسطرح استعمال کرتے ہوں۔ اس طرح استعمال کرنے کا نام۔

متحدیانہ تصانیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول وہ جن کے متعلق آپ نے اپنے مخالفین کو تحدی کی ہے۔ کہ ان کی مثل لاؤ۔ مثلاً اعجاز المسیح اور اعجاز احمدی میں پیر مہر علی صاحب گولڑوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو خصوصاً اور دوسرے علماء کو عموماً مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ان کا جواب لکھو۔ اور ساتھ ہی بطور پیشگوئی یہ بھی فرما دیا۔ "خدا تعالےٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا۔ اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۷) نیز فرمایا۔ من قام للجواب وتنمّر فسوف یری انہ تندّم وتذمّر۔ یعنے جو جواب دینے کے لئے کھڑا ہوگا۔ وہ نادم ہو کر رہ جائیگا۔ ایسے غیرت دلانے والے الفاظ کے علاوہ جواب لکھنے والے کے لئے آپ نے ہزاروں روپے انعام بھی مقرر کیا۔ اور مخالفین کو ہر طرح سے اکسایا۔ مگر ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

مولوی صاحبان آپ کو علوم عربیہ سے جاہل اور ناواقف کہیں آپکی عربی تحریرات میں غلطیاں بتائیں۔ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو واقعی عربی نہ آتی تھی۔ غلطیاں بتانا بہت آسان کام ہے غلطیاں تو عیسائی مصنفین بھی قرآن مجید میں قرار دیتے ہیں۔ پادری عماد الدین کی کتاب "ہدایت المسلمین" اور پادری اکبر مسیح کی کتاب "تنویر الاذہان فی فصاحۃ القرآن" دیکھ لی جائے۔ ان میں بزعم خود قرآن مجید کی سینکڑوں غلطیاں نکالی گئی ہیں۔ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ قرآن مجید خدا تعالےٰ کا کلام نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ کیا تحدی کرنے پر کوئی اسکی مثل لا سکا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تحریر میں غلطیاں تھیں۔ تو ان مولویوں کے لئے زیادہ آسان بات تھی۔ کہ اس کی مثل چھوڑ اس سے اعلیٰ کلام لے آتے۔ مگر ان کا مقابل پر نہ آنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعوے میں سچے تھے۔ اور آپ کو خدا تعالیٰ نے اعجازی کلام عطا کیا۔

ایک بہت بڑی دلیل صداقت

ایک حقیقت بین نگاہ کے لئے اس سے بڑھ کر دلیل صداقت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک ایسا شخص جس نے ظاہری مکاتب میں تعلیم حاصل نہ کی۔ اگر کی تو نہ ہونے کے برابر۔ ایک ایسی بستی سے جو گوشہ گمنام تھی۔ جہاں کوئی علمی چرچا نہ تھا۔ ایک ایسی زبان میں جو اس کی مادری نہیں۔ تحریریں شائع کرتا۔ اور تمام دنیا کو مقابلہ کے لئے چیلنج کرتا ہوا۔ ھل من مبارز کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ مگر غیر اہل زبان تو کیا اہل زبان بھی مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ کیا یہ ایک معمولی بات ہے۔ لو نشاء لقلنا مثل ھذا تو کفار عرب بھی کہتے تھے۔ یعنی یہ کہ اگر ہم چاہیں۔ تو اس قرآن کی مثل لے آئیں مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ واقعات کی رو سے کیا ثابت ہوتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تصانیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کے متعلق حضور نے تحدی نہیں کی۔ مگر میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ تصنیفات بھی اپنے اندر معجزانہ شان رکھتی ہیں۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا۔ کہ کوئی شخص بھی حضور کی تصنیفات کے کسی مقام کو جس میں آپ نے اسلام کی صداقت اور اسلام کے کمالات بیان فرمائے ہیں۔ اپنے الفاظ میں بیان کر کے اس مفہوم کو اس شان اور خوبی سے ادا نہیں کر سکتا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پائی جاتی ہے۔

تحریر کا کمال

سید صاحب شائد تحریر کا کمال یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ اس میں ثقیل موٹے موٹے الفاظ لائے جائیں۔ تاکہ لوگوں پر لکھنے والے کی علمیت کا رعب پڑے۔ حالانکہ تحریر کا کمال یہ ہے۔ کہ زبان نہایت سادہ سلیس اور عام فہم ہو۔ اور باوجود اس کے اپنے مفہوم کو نہایت وضاحت سے ادا کیا گیا ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک مصلح اور ریفارمر تھے۔ آپ کا کام یہ تھا۔ کہ ہر استعداد کے لوگوں کی روحانی اصلاح کریں۔ اس لئے آپ کا طرز تحریر ایسا سادہ اور عام فہم ہے۔ کہ ایک معمولی پڑھا لکھا بھی اسے

باسانی سمجھ سکتا۔ اور بیان کردہ مضمون کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے۔ آج سید صاحب جس زبان کو مبتذل قرار دے رہے ہیں۔ اس نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس میں ایک جادو کا اثر تھا۔ جس نے اپنی خوبیوں کے باعث ایک عالم کو مسحور کر لیا۔ جس نے ہزاروں اور لاکھوں قلوب میں ایک عظیم الشان روحانی تغیر پیدا کر دیا۔ اور قیامت تک پیدا کرتی چلی جائیں گی۔ دنیا کو اس فصیح انسان سے کیا فائدہ جو کل پیدا ہوا۔ اور آج بغیر اس کے کہ اس کی فصاحت نے دنیا میں کوئی عملی اثر و تغیر پیدا کیا۔ مر گیا۔ زبان کی خوبی کو اس کے اثرات سے پرکھنا چاہیئے۔ نہ کہ الفاظ سے۔ پس سید صاحب نے زبان کی فصاحت کا جو معیار سمجھ رکھا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ جس دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مضمون کو بیان فرمانا چاہتے۔ اسے نہایت آسانی سے روانگی کیساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور کہیں آپ کو کوئی دقت محسوس نہ ہوتی آج کل کے بعض لوگ جو اپنے آپ کو ادیب سمجھے بیٹھے ہیں۔ یا جنہیں لوگ ادیب بنائے بیٹھے ہیں۔ جب کسی معمولی موضوع پر بھی کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں۔ تو گھنٹے صرف کر دیتے ہیں۔ اور سوائے چند سطور کے کچھ نہیں لکھ سکتے۔ حالانکہ انہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تعلیم حاصل کرنے اور لکھنے کی مشق کرنے میں گزارا ہوتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجود اس کے کہ کہیں انشاء پردازی کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ ایک چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھے ایسے ایسے علوم اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے۔ کہ دنیا حیران رہ گئی۔ آپ کی مستقل تصنیفات کی تعداد اسی کے قریب ہے۔ جن میں عربی کی تصانیف بھی شامل ہیں۔ اور فارسی اور اردو کی بھی۔ نیز وہ کلام منثور پر بھی مشتمل ہیں اور کلام منظوم پر بھی۔ کیا اعجاز نمائی اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کا نام ہے آپ کے کلام میں ہر قسم کے صنائع و بدائع کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ پر شوکت سے پر شوکت کلام پایا جائے گا جس سے الہٰی رعب اور شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ استعارات اور تمثیلات کے ایسے ایسے نمونے آپ کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ جن کی نقل کرنا آج کل کے بڑے بڑے ادیب فخر سمجھتے ہیں۔ مثلاً آپ اپنی تصنیف کشتی نوح کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں "آسمانی روح ان میں سے ایسے نکل گئی۔ جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔" اس تمثیل کو مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے اپنے اخبار البلاغ جلد ا نمبر ا میں بایں الفاظ استعمال کیا۔ آپ اراکین علی گڑھ کالج کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "افسوس تمہارے دل سے خوف خدا اس طرح نکل گیا۔ جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اڑ جاتا ہے۔" اس کے علاوہ اردو زبان میں اور بھی بہت سے مذہبی محاورات کا آپ نے اضافہ کیا۔ جن کو آپ سے پہلے دنیا نہ جانتی تھی۔ مثلاً زندہ نبی۔ زندہ کتاب زندہ خدا۔ زندہ زبان۔ زندہ مذہب بیسیوں ایسے الفاظ ہیں جو آپ سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کئے۔ مگر اب عام طور پر استعمال ہونے لگ گئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ آپ کی کتابوں کی بدولت اردو ہمیشہ کے لئے زندہ زبان ہو گئی۔ آپ نے اردو کو ترقی دینے میں جو کچھ کیا۔ اس کے مقابلہ میں کوئی انجمن کوئی کمیٹی اور کوئی سوسائٹی کچھ نہیں کر سکی۔ اور نہ کر سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس احسان کو سید حبیب صاحب ایسے لوگ اگر نہ مانیں۔ تو ان کی مرضی۔ مگر جو لوگ نقد و تبصرہ کا صحیح مذاق رکھتے ہیں۔ وہ باوجود مخالفت کے آپ کو اپنے زمانہ میں اردو زبان کے ماہرین کی صف اول میں کھڑا کر چکے ہیں ذیل میں چند ایسی آرا درج کی جاتی ہیں۔ جن کے مقابلہ میں سید حبیب صاحب کی رائے جو وقعت رکھتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

مرزا حیرت دہلوی کی رائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر مرزا حیرت صاحب دہلوی نے جو خود ایک نہایت اعلےٰ پایہ کے ادیب تھے۔ اور حضرت اقدس کی ساری عمر مخالفت کرتے رہے۔ اپنی رائے مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھی

"مرحوم کی وہ اعلےٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں اس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی۔ کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بےنظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذہب کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے۔ آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہمنے تو نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں۔ کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا۔ نہ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی۔ کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندئ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پرجلال اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا۔ تو چے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نور الدین مرحوم کے خلیفہ اول سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کتابوں میں مولوی نور الدین نے بہت مدد دی ہے۔ مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں۔ کہ حکیم نور الدین مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی اردو کی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم ادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ تو بھی اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کوئی باقاعدہ تعلیم عربی علم ادب اور صرف نحو کی کہیں حاصل نہیں کی۔ تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی۔ کہ بے تکلف عربی لکھتا تھا۔ - - - - - - - - -

اس کے مریدوں میں عامی اور جاہل ہی لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ قابل اور لائق گریجویٹ یعنے بی۔ اے۔ ایم۔ اے اور بڑے بڑے فاضل مولوی بھی ہیں۔ موجودہ زمانے کے ایک مذہبی پیشوا کے لئے یہ کچھ کم فخر کا باعث نہیں۔ کہ قدیم و جدید (دونوں قسم کے) تعلیم یافتہ اس کے مرید بن جائیں۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں۔ مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا۔ اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔ - - - - - - - - - - - - -

اس کے ہر دعوے پر اس کے مریدوں کی طرف سے آمناّ و صدقنا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اور ان آوازوں سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ مرحوم کو اس کی زندگی میں کتنی کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔"

(اخبار کرزن گزٹ دہلی مورخہ یکم جون ۱۹۰۸ء)

اخبار وکیل امرتسر کی رائے

اخبار "وکیل" امرتسر نے جو مسلمانوں کا ایک وقیع اور نامور اخبار تھا۔ لکھا:۔

"اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ مگر ان کی زندگی اور زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے۔ جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیمہ کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا۔ اور ۱۸۷۷ء کے قریب جب ان کی ۳۵-۳۶ سال کی عمر تھی۔ ہم ان کو ایک غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی ایسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے۔ جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا ہے۔ کبھی حمایت اسلام اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور جو مباحثات انہوں نے کئے۔ ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ - - - - - - - - -

غیر مذاہب کی تردید میں۔ اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں۔ ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا۔ وہ اب تک نہیں اترا ہے۔ ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا۔ اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے۔

اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان الائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو جاہل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دئے تھے غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی۔ جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔ گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے بری ہونے کا فیصلہ دے دیں محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں۔ اور بطور حفظ ماتقدم اپنے آئندہ دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔ لیکن اس کے بہترین فیصلہ کا وقت ۱۸۸۰ء تھا۔ جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔ کریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔

(اخبار وکیل ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کی رائے

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ نے حضرت اقدس کی وفات پر لکھا "مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۶ء تک شمشیر قلم عیسائیوں۔ آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف چلایا۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے ۱۸۸۰ء میں تصنیف کا کام شروع کیا آپ کی پہلی کتاب اسلام کی ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ انعام رکھا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جن میں سے بیس عربی زبان میں ہیں ۔ ۔ ۔ بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا"

خواجہ غلام الثقلین صاحب کی رائے

ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں بمقام آگرہ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کا ستائیسواں اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں خواجہ غلام الثقلین نے اپنے خطبہ صدارت میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے اردو کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ان لوگوں کی صف میں شمار کیا۔ جن کو آج اردو زبان میں بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً پروفیسر آزاد۔ مولانا حالی۔ سر سید احمد خاں۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ داغ امیر۔ جلال۔ (دیکھو رپورٹ اجلاس مذکور صد۶۷)

پھر اسی رپورٹ کے صد۳۲ پر پنجاب کے انشاء پردازوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اردو زبان کے اعلیٰ انشاء پردازوں میں شمار کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تصانیف پر اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اہل قلم اصحاب کی آراء کو درج کیا جا سکتا ہے مگر بخوف طوالت انہی پر اکتفا کی جاتی ہے

علاوہ بریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تصانیف ہمارے پاس موجود ہیں اور رہتی دنیا تک موجود رہیں گی ان کا ہر ایک ورق اس بات کی زندہ شہادت ہے کہ حضور ایک قادر الکلام مصنف تھے۔ ہر ایک زبان کے چند مسلمہ اساتذہ ہوتے ہیں انگریزی میں ان کو زبان کا ماسٹر (مالک) کہا جاتا ہے وہ جس طرح چاہیں زبان میں تصرف کریں ان پر اعتراض کرنے والے کو جاہل قرار دیا جاتا ہے وہ ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور باوجود اس کے ان کے کلام کو غلط نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسے بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی زبان اردو میں یہی درجہ حاصل تھا۔

تذکیر و تانیث کی غلطیاں

سید حبیب صاحب کو اردو علم ادب میں جو حیثیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کے مضامین کی ساری اقساط اس وقت میرے سامنے ہیں جو آپکی علمی قابلیت اور قوت استدلال کی صحیح تصویر پیش کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے خود بھی اپنی علمی فرد مائیگی کا اعتراف کیا ہے مگر باوجود اس کے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف تذکیر و تانیث کی غلطیاں منسوب کی ہیں۔ حالانکہ اردو زبان کے متعلق تذکیر و تانیث کا قطعی فیصلہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب بھی آج تک نہیں کر سکا۔ اہل لکھنؤ بعض الفاظ مذکر بولتے ہیں۔ مگر اہل دہلی انہیں مؤنث۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں تو اردو زبان ابھی ایسے مراحل میں تھی کہ اس کے بعد اس میں بہت کچھ تغیر ہوا۔ چنانچہ مولانا محمد حسین آزاد آب حیات صد۲ پر "اردو روز نیا رنگ بدل رہی ہے" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ "اردو اس قدر جلد رنگ بدل رہی ہے کہ ایک مصنف اگر خود اپنی ایک سن کی تصنیف کو دوسرے سن کی تصنیف سے مقابلہ کرے تو زبان میں فرق پائیگا باوجود اس کے اب تک بھی اس قابل نہیں کہ ہر قسم کے مضمون خاطر خواہ ادا کر سکے" یا ہر علم کی کتاب کو بے تکلف ترجمہ کر دے"

پھر اسی کتاب کے صد۶۷ پر لکھتے ہیں۔ "ہوا کا رخ اور دریا کا بہاؤ نہ کسی کے اختیار میں ہے نہ کسی کو معلوم ہے کہ کدھر پھرے گا اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلیگی" یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کے اہل قلم مصنفین مثلاً آزاد۔ حالی۔ غالب اور سرسید وغیرہ کی تحریرات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو محاورات اور تراکیب وہ استعمال کرتے تھے۔ ان میں سے کئی ایک آج کل متروک ہیں۔ تاہم ان کو کوئی غلط نہیں کہ سکتا۔ ماہرین علم السنہ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔ کہ زمانہ کے تغیر سے زبان میں بھی تغیر آتا رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ابتدائی تصانیف مثلاً براہین احمدیہ وغیرہ اور آخری کتابوں مثلاً چشمہ معرفت براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ اور پیغام صلح کی زبان میں بھی نمایاں فرق ہے۔ پھر زبان پر ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔ داغ جب دکن میں گئے تو ان کی زبان پر بھی ماحول نے اثر کیا۔ اور حیدر آبادی اردو میں شعر کہنے لگ گئے۔ چنانچہ ان کا ایک شعر ہے۔ ؎

دلبر سے جدا ہونا یا دل کو جدا کرنا
اس فکر میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام میں اگر پنجابی ماحول کا کچھ اثر ہو۔ تو یہ امر قابل اعتراض نہیں اور خصوصاً تذکیر و تانیث کا فرق تو ایسا فرق ہے کہ اس کے متعلق اب تک بھی اردو زبان میں کوئی قاعدہ مرتب نہیں ہوا جس پر سب کا اتفاق ہو۔ اس لئے تذکیر و تانیث کی غلطی کو اس قدر اہمیت دینا کہ سارے کلام کو مبتذل قرار دے دیا جائے صریح ناانصافی ہے۔ میر تقی نے بعض ایسے الفاظ کو جو اب مذکر بولے جاتے ہیں مؤنث باندھا ہے اور اس کے برعکس بعض ایسے الفاظ کو جو اب مؤنث بولے جاتے ہیں۔ مذکر باندھا ہے۔ چنانچہ آب حیات صد۲۰۵ پر مولانا آزاد نے اس بارے میں حسب ذیل اشعار پیش کئے ہیں۔ ؎

ملائے خاک میں کس کس طرح کے عالم یہاں
نکل کر شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا

کل جس کی جانکنی پر سارا جہاں ٹوٹا
آج اس مریض غم کا ہچکی میں جان ٹوٹا

بعض جگہ مذکر کو مؤنث بھی کہہ جاتے ہیں۔ ؎

کیا ظلم ہے اس خونی عالم کی گلی میں
جب ہم گئے دو چار نئی دیکھیں مزاریں

مثنوی شعلۂ عشق میں کہتے ہیں:۔

خلق یکجا ہوئی کنارے پر ٭ حشر برپا ہوئی کنارے پر

مگر باوجود اس کے ان کو اردو شاعری کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ (دیکھو آب حیات صفحہ ۲۳۰) اور غالب جیسا بلند پایہ شاعر کہتا ہے ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

پس جو شخص تذکیر و تانیث کو اتنی اہمیت دے کر کسی مسلم مصنف پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ بقول غالب خود بے بہرہ ہے ٭

تذکیر و تانیث کے متعلق سید صاحب کا بیجا اعتراض

اب میں ان الفاظ کو لیتا ہوں۔ جن کی تذکیر و تانیث کے متعلق سید صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ اور وہ تین الفاظ ہیں۔ قسط چہارم میں آپ نے "قلم" اور "ہوش" کو قسط ششم میں "درد" کو مونث استعمال کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ اعتراض کرنے کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا آپ کو تمام اردو علم ادب پر کمال عبور حاصل ہے۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

قلم کا لفظ اردو زبان میں مشترک ہے۔ یعنی مذکر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور مونث بھی۔ چنانچہ فرہنگ آصفیہ میں اس کے دونوں استعمالات کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور مونث استعمال کرنے کے ثبوت میں ظفر کا مندرجہ ذیل شعر بطور استشہاد لکھا ہے:۔

ظفر جو خوف سے تیرا نہ کانپتا یہ ہاتھ
قلم تیری دم تحریر ہل گئی تھی کیوں

اس کے علاوہ غالب نے بھی اپنے خطوط میں قلم کو بعض جگہ مونث استعمال کیا ہے۔ اور نظم میں بھی ان کا ایک مشہور شعر ہے

بزم کا التزام گر کیجئے ٭ ہے قلم میری ابر گوہر بار

(مطالب الغالب شرح دیوان غالب اردو از سہا صفحہ ۳۹۲)

اسی طرح درد کا لفظ بھی مذکر و مونث کے لئے مشترک ہے۔ چنانچہ مشہور شاعر جلال لکھنوی اپنے رسالہ تذکیر و تانیث صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں "درد مشترک ہے۔ مگر مولف کے عندیہ میں مونث ہے"

ہوش کا لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مونث بھی استعمال کیا ہے۔ اور مذکر بھی۔ جیسا کہ فرمایا:۔

ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغمہ کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

اس کا مونث استعمال ماحول کے اثرات کے ماتحت کیا گیا ہے کیونکہ پنجاب میں عام طور پر یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔ اس کی بکثرت مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں اخبارات میں اکثر اوقات یہ لفظ مونث استعمال کیا جاتا ہے اور کوئی عجب نہیں۔ کہ "ریاست" میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہو۔ اس وقت معزز معاصر "انقلاب" کے تازہ پرچہ ۱۰ اگست کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ جس کے صفحہ ۵ میں یہ فقرہ لکھا گیا ہے۔ "ہندو دریلیاں کو بہت جلد ہوش آ جائیگی" بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جسے عقائد کے

پونچھ میں بعض فتنہ پردازوں کی شرارتیں

حکام پونچھ کا بروقت انتظام

جماعت احمدیہ پونچھ کے سالانہ جلسہ کے اختتام پر چند شوریدہ سر لوگوں نے فضا کو مسموم کرنے کے لئے جامع مسجد پونچھ میں زیر سرکردگی شیخ نبی بخش نظامی۔ مولوی محمد ابراہیم پنشنر۔ بابو پیر محمد منشی کرمداد۔ بابو محمد یوسف اینڈ برادرس احمدیوں کے خلاف دو یوم تک مسلمانان پونچھ کو اکسانے اور مشتعل کرنے کے لئے جلسہ کا انعقاد کیا۔ جس میں مولوی محمد سبطین صاحب شیعہ سے سخت اشتعال انگیز تقریریں کرائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بالکل غلط حوالجات پیش کر کے عبارتوں کے مفہوم کو بگاڑ کر لوگوں سے لعنتیں برسائیں اس موقعہ پر حاضرین میں سے ایک احمدی نے مولوی صاحب مذکور کو مخاطب کر کے کہا۔ ہم بھی ان غلط اعتقادات پر لعنت بھیجتے ہیں۔ آپ بھی کہیں۔ کہ لعنت اللہ علی الکاذبین یہ سنکر مولوی صاحب مبہوت رہ گئے۔ مگر تمام حاضرین مجلس نے کہا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ بالآخر لوگ ندامت محسوس کرتے ہوئے اس احمدی پر ٹوٹ پڑے۔ اور مجلس سے نکال دینے پر آمادہ ہو گئے مگر بعض سمجھدار لوگوں نے انہیں روک دیا معلوم ہوا ہے۔ شیخ نبی بخش صاحب نے اپنی اس نوزائیدہ پارٹی کا نام حزب الاحناف رکھا ہے۔ جس کا سب سے مقدم فرض یہ ہے۔ کہ خواہ مخواہ لوگوں کو احمدیت کے خلاف اشتعال دلاتی رہے۔ اور مساجد اللہ سے احمدیوں کو روکے۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ ایک مسجد جو بالکل غیر آباد پڑی تھی۔ اور جسے آباد کر کے جماعت احمدیہ نماز جمعہ ادا کیا کرتی تھی۔ اول تو اسے مقفل کرا کر جماعت احمدیہ کو وہاں پر نماز جمعہ ادا کرنے سے روکنے کی کوشش کی گئی۔ اور جب کامیابی نہ ہوئی۔ تو اب وہاں خود جمعہ کی نماز پڑھنا شروع کر دی ہے۔ تاکہ احمدی وہاں پر جمعہ ادا نہ کر سکیں۔ حالانکہ پہلے ان لوگوں نے وہاں کبھی جمعہ نہ پڑھا تھا۔

اختتام جلسہ پر ان لوگوں نے ایک غلط رپورٹ تھانہ میں بھیج دی۔ اور دوسری رپورٹ بصورت استغاثہ سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں بھی بھیج دی۔ حالانکہ خود ہی اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوئے۔ چونکہ یہ ساری اشتعال انگیزی اور فتنہ و فساد اس غرض کے لئے ہے۔ کہ تا حکومت کو جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے متعلق جو کہ جماعت احمدیہ پونچھ کی دعوت پر جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے معہ مبلغین آئے ہیں بدظن کیا جائے۔ چنانچہ جب سے سید صاحب موصوف یہاں وارد ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے بیسیوں رپورٹیں تیار کرائیں۔ اور ڈائریاں بنوائیں۔ مگر بیدار مغز والی پونچھ نے ان سب کو بے حقیقت پایا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے سری نگر بھی رپورٹیں بھیجیں۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب چونکہ ان لوگوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے جہاں افراد جماعت احمدیہ کو خواہ قادیان سے تعلق رکھتے ہیں، یا لاہور سے ہدایت کر دی۔ کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں۔ اور کسی قسم کا مظاہرہ نہ کریں۔ وہاں احمدیہ جلسہ کے آخری اجلاس میں تقریر کر کے حکام کو جو اسوقت موجود تھے۔ اس فتنہ انگیزی کے ان احتمالات کی طرف نہایت خوبصورت پیرایہ میں توجہ دلائی۔ جب ان کے خیال کے مطابق واقعات رونما ہونے لگے۔ تو انہوں نے وزیر صاحب پونچھ کو تحریراً توجہ دلائی۔ کہ اس فتنہ کا تدارک، بروقت کیا جائے اور اس کی نقل سری راجہ صاحب بہادر کی خدمت میں بھی بھجوا دی۔ اس پر حکومت کی طرف سے فوری کارروائی شروع ہوئی۔ اور جناب سردار محمد ایوب خان صاحب کی عدالت میں بموجودگی شاہ صاحب مولوی محمد ابراہیم و رسل شاہ شیعہ وغیرہ کو بلا کر ان سے یہ تحریر لی گئی۔ کہ آئندہ اپنی تقریروں میں نہ غلط حوالجات پیش کریں گے۔ اور نہ عبارتوں کے مفہوم کو بگاڑ کر اشتعال دلائیں گے۔ اور نہ کسی کے بزرگ کی توہین کریں گے۔

ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ شاہ صاحب کے توجہ دلانے پر حکام نے فوری کارروائی کی۔ اور سردار محمد ایوب خان صاحب جیسے دانشمند مجسٹریٹ کو اس کے لئے مقرر کیا گیا۔ فتنہ پردازوں نے اپنی پوزیشن کو نازک دیکھ کر جناب چودہری بھگت رام صاحب کی عدالت میں مرزا عبدالکریم صاحب احمدی کے خلاف جو دعوےٰ دائر کیا تھا۔ اس کے متعلق لکھ دیا۔ کہ ہم مقدمہ نہیں چلانا چاہتے۔ جب

سابق صدر کشمیر کمیٹی کی خدمات کا اعتراف

حسب ذیل مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں مسلمانان علاقہ سماہنی ریاست جموں کی طرف سے موصول ہؤا ہے۔

(۱) مکتوب چہارم بنام مسلمانان کشمیر جو آپ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کو ہم اپنے حق میں ابر رحمت تصور کرتے ہوئے۔ اس امر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ جناب نے پبلک کی بعض غلط کاریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر ہماری بہتری اور بہبودی کے لئے جد و جہد شروع کی۔

(۲) گو جناب مصلحت وقتی کی بنا پر صدارت آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو گئے ہیں لیکن آپ کی سابقہ عنایات کا نقش ہمارے دلوں سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ بلکہ آئے دن تازہ ہوتا نظر آ رہا ہے۔

(۳) آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے وکلاء نے بدوران شورش ہمارے مقدمات میں جس محنت اور تن دہی سے کام کیا ہے۔ اس کا ہمارے دلوں پہ گہرا اثر ہے۔ جو کبھی مٹنے والا نہیں۔

(۴) یہ تبلیغ احمدیت کا جو الزام وکلاء پر لگایا جاتا ہے اسے ہم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے معترضوں کی لغو بیانی کو بہت بری طرح محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت جبکہ ہم سخت مصیبتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ آپ ہی کا کام تھا۔ کہ بغیر کسی ذاتی مفاد کے ہمارے مقدمات کی پیروی کے لئے اپنے وکلاء بھیج کر ہماری مدد کی۔ اور محنتانہ کے عوض خالی شکریہ پر ہی اکتفا کرتے رہے۔ اور ہمیں تمام تکالیف سے نجات دلانے کے لئے خود مصائب برداشت کرتے رہے

خاکساران

محمد زمان علی خان عرف بڈے خان سکنہ سماہنی شیخ محمد خان سکنہ سماہنی

ایک منیم کی ضرورت

ایک ایسے منیم کی ضرورت ہے۔ جو آڑھت کا حساب ہندی میں یا اردو میں رکھ سکے۔ تنخواہ ۲۰ سے ۴۰ تک حسب قابلیت دی جائے گی۔ بپتہ ذیل پر درخواست کریں۔ شیخ محمد محسن پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ لائلپور غلہ منڈی

حضرت امام جماعت احمدیہ اور وزراء کشمیر کے متعلق

مسلمانانِ کشمیر کا ایک اہم اعلان

۱۔ ہم مسلمانان محلہ کلاشپورہ۔ محلہ مخدوم منڈو اور محلہ بابا ندہ گنائی اس بات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب نے جو خدمات مسلمانان کشمیر کے لئے فرمائیں۔ ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ حضرت امام جماعت احمدیہ آئندہ بھی مسلمانان کشمیر کی اعانت پہلے سے بھی زیادہ فرمائیں گے۔ کیونکہ مسلمانان کشمیر کو ان کی ہمدردی اور مدد کی ہر وقت ضرورت ہے۔ جملہ مسلمانان کشمیر کو جناب ممدوح پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ اور جناب ممدوح کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے کو کشمیری مسلمان قومی غدار خیال کرتے ہیں۔

۲۔ مسٹر مہتہ اور مسٹر وجاہت حسین صاحب کا تقرر مسلمانوں کے مفاد کے سراسر منافی ہونے کے علاوہ ملک کے امن و امان کے لئے بھی بہت مضر ہے۔ ہم حکومت سے پُر زور الفاظ میں گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ ان دونوں کو علیحدہ کر کے اپنی دانشمندی اور تدبر کا ثبوت دے۔ کیونکہ ان ہر دو وزراء کی موجودگی میں مسٹر کالون وزیر اعظم اپنی تجاویز کو عملی جامہ نہیں پہنا سکیں گے۔ مسلمانوں کو مسٹر کالون صاحب پر اعتماد ہے۔ لیکن موصوف کی مجبوری مسلمانوں میں ان کے اور حکومت کے خلاف عدم اعتماد پیدا کرے گی۔

جملہ مسلمانانِ محلہ جات

بذریعہ پیر احسن شاہ صاحب سری نگر۔ کشمیر

مسلمانانِ جموں کی طرف سے اعلان

ہم جملہ اسلامی فرقہ جات۔ اہل سنّت والجماعت اہلحدیث۔ نقشبندی وقادری اعلان کرتے ہیں۔ کہ اکثر غداران قوم نے یہ غلط طور پر مشہور کیا۔ کہ وکلاء صاحبان مامورہ کشمیر کمیٹی نے درثار اہل مقدمات سے محنتانہ لیا اور یہ بھی غلط پروپیگنڈا کیا گیا۔ کہ جماعت احمدیہ نے کشمیر کمیٹی کی آڑ میں اپنی جماعت کی تبلیغ کی۔ انہوں نے قطعاً کوئی تبلیغ نہ کی۔ بلکہ بنظر ہمدردی ہر گونہ امداد کی اور سیاسی معاملات میں ہم کو اس تفریق کی ضرورت نہیں۔ کل مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور سیاسی میدان میں مکمل اتحاد ضروری ہے۔ ہم جناب مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی اس کوشش اور تردد کے لئے جو انہوں نے سیاسی پہلو سے اہل کشمیر کے لئے فرمائی۔ تہ دل سے مشکور ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ خواہ وہ صدارت کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو چکے ہوں۔ پھر بھی بدستور اس کار خیر کو ذاتی کوشش سے سرانجام دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

خاکساران

(۱) جمعدار خدا بخش (۲) چوہدری غلام حسین (۳) منشی حسین بخش (۴) خواجہ ایم۔ اے رشید (۵) منشی محمد یعقوب (۶) غلام نبی (۷) اللہ دتا (۸) جمال دین (۹) چودھری روشن دین (۱۰) عبد الحق (۱۱) عبد المجید (۱۲) چودھری محمد دین (۱۳) دین محمد (۱۴) مستری اللہ رکھا (۱۵) غلام حیدر (۱۶) مولا بخش (۱۷) نبی بخش (۱۸) مستری فتح دین (۱۹) چودھری حاکم دین (۲۰) اکبر علی (۲۱) غلام علی (۲۲) نظیر احمد (۲۳) شیخ محمد اسماعیل (۲۴) فیروز دین (۲۵) عبد اللہ خاں (۲۶) محمد اقبال (۲۷) عالم خاں (۲۸) عبد اللہ خان (۲۹) شاہ محمد (۳۰) قاضی عبد الرحمٰن (۳۱) غلام محمد ہٹیان۔

محکمہ تار کے مضحکہ خیز قواعد

شلانگ سے ایک دوست نے شکایت کی ہے۔ کہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ایک تار بھیجا۔ اور یوں ایڈریس کیا۔ "ہز ہولی نس قادیان" مگر تار عدم پتہ ہو کر واپس چلا گیا۔ تار والوں کے قواعد اس معاملہ میں مضحکہ خیز ہیں۔ مگر بہر حال ان کی پابندی کے بغیر چارہ نہیں۔ اس واسطے احباب کی اطلاع کے واسطے لکھا جاتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کے نام جو تار ہوں۔ ان پر الفاظ حضرت صاحب۔ یا ہز ہولی نس کے ساتھ لفظ خلیفۃ المسیح لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ تار نہ پہنچے گا۔ اور اختصار کے طور پر صرف ایک لفظ خلیفۃ المسیح بھی کافی ہے۔ لیکن صرف الفاظ حضرت صاحب محکمہ تار کافی نہیں سمجھتا۔

ناظر امور خارجہ۔ قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

شملہ سے ۸ اگست کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ۷ اگست کو موضع مکائی کے قریب باجوڑ پر پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں پر تین دفعہ گولیاں چلائی گئیں۔ مگر جہازوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ ایک جہاز نے گولیوں کے جواب میں بم پھینکا جس پر گولیاں چلانے والے جن کی تعداد ساٹھ بیان کی جاتی ہے منتشر ہو گئے۔ کوٹ کئی پر بم باری بند ہے۔ اور غلانائی تک اونٹوں کے لئے سڑک تیار ہے۔

گاندھی جی کی اہلیہ کستورا بائی کو چھ ماہ قید محض کی سزا دی گئی ہے۔ اور اے کلاس دئے جانے کی سفارش کی گئی۔ دو اور عورتوں کو بی کلاس دی گئی۔ اور باقی ۱۳ کو چھ چھ ماہ سی کلاس میں رہنا ہو گا۔

لاہور میں ۸ اگست کو ایک پردیسی مسلمان لڑکے کو جبکہ وہ ایک ہندو محلہ سے گذر رہا تھا۔ چند ہندوؤں نے زدوکوب کیا۔ کیونکہ ایک مکان سے اس پر گندا پانی پھینکے جانے پر اس نے احتجاج کیا تھا۔ لڑکا بے ہوش ہو گیا۔ اور اسے ہسپتال پہنچایا گیا۔ مسلمانوں میں بھی اشتعال پیدا ہو گیا لیکن پولیس نے حالات پر قابو پا لیا۔ اور پہرے لگا دئے۔ اس لئے اس قسم کی بدامنی پیدا نہ ہو سکی۔ اگرچہ ہندوؤں کی طرف سے شرارت میں کوئی کسر نہ باقی رہی تھی۔

کانپور میں ملکہ وکٹوریا کے بت کا ایک بازو ۸ اگست کی شب کسی نے توڑ دیا۔

لاہور چھاؤنی میں ۸ اگست کو بارہ ایک بجے کے درمیان جبکہ شہر میں موسلا دھار مینہ برس رہا تھا۔ ایک سخت تیز بگولا اٹھا جس کی آواز بہت ہیبت ناک تھی۔ اس کی راہ میں جو چیز آئی۔ اسے اڑا لے گیا۔ بعض مکانوں کی چھتیں بجلی اور ٹیلیفون کے کھمبے۔ درخت اکھیڑ دئے۔ مویشیوں کو سخت ضربات آئیں۔ اور ایک موٹر کو اٹھا کر پچاس گز پر پھینک دیا۔

حکومت ترکی نے جس انگریز کو اپنی مملکت سے خارج کیا ہے۔ اس کے متعلق سفیر برطانیہ متعینہ استنبول کو اخراج کے متعلق ایک مکمل رپورٹ حوالہ کر دی ہے۔ جسے اس نے دفتر خارجہ میں بھیج دیا ہے۔

وائسرائے کے ساتھ ۸ اگست بمبئی میں مولانا شوکت علی نے ملاقات کی۔

حکومت کشمیر نے ایک نئی جوڈیشل سکیم مرتب کی ہے۔ جس میں گورنر اور وزیر وزارت کے عہدے اڑا دئے گئے ہیں۔ صوبہ کشمیر کو تین ضلعوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی سری نگر۔ اننت ناگ اور مظفر آباد۔ جن میں ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر کام کرینگے۔

دہلی میں ایک جینی منی کو برت رکھے ہوئے ۲۳ روز گذر چکے ہیں۔ اسی طرح آگرہ میں ایک سادھو عورت نے جو جین مت سے تعلق رکھتی ہے۔ روحانی ترقی کے لئے ۳۲ یوم سے برت رکھا ہوا ہے۔ دونوں خوش و خرم ہیں حالانکہ صرف پانی استعمال کر رہے ہیں۔

نواکھالی سے ۷ اگست کی خبر ہے۔ کہ ایک دخانی کشتی میں ۱۴۵ مسافر سوار تھے۔ کہ پانی کی رو نے اسے الٹ دیا۔ جس سے ۹۵ مسافر غرقاب ہو گئے۔ بعد مشکل صرف ۵۰ کو بچایا جا سکا۔

زراعتی تحقیقات کی امپیریل کونسل کی مجلس مشاورت کا آٹھواں اجلاس ۸ اگست کو شملہ میں منعقد ہوا۔ سر فضل حسین صدر تھے۔ آپ نے صدارتی تقریر میں بیان کیا کہ شکر سازی۔ چاول اور پھلوں کی پیداوار ڈیری فارموں کا قیام۔ ٹڈی دلوں پر قابو پانا۔ مواشی کے لئے چارہ کا انتظام اور مختلف صوبجات میں مویشیوں کے امراض کی تحقیقات وغیرہ سکیمیں کونسل کے زیر غور ہیں۔

بنگال کے سرکردہ کانگریسیوں کی ایک کانفرنس منعقدہ کلکتہ کی روئداد اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں اجتماعی و انفرادی ہر قسم کی سول نافرمانی کو ترک کر کے کونسلوں میں داخلہ پر زور دیا گیا ہے۔ مفصل سکیم تیار کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنا دی گئی ہے۔

پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے مستعفی ہو جانے پر پٹنہ ہائیکورٹ کے جسٹس خواجہ محمد نور کو یہ عہدہ پیش کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اسے منظور کر لیا ہے۔

جرمنی اور پولینڈ کے مابین مشرقی یورپ میں قیام امن کے متعلق ایک اہم معاہدہ پر دستخط ہونے کی خبر ۷ اگست کو وارسا سے موصول ہوئی ہے۔

دہلی کے قریب ایک گاؤں میں ایک ہندو عورت کے ہاں ایک ہی بار پانچ بچے پیدا ہونے کی خبر موصول ہوئی ہے دو یوم کے بعد بچے معہ والدہ فوت ہو گئے۔

آئرلینڈ میں مسٹر ڈی ویلرا نے اپنی مخالف پارٹی کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ تمام اسلحہ سرکاری مال خانہ میں داخل کر دیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس لئے باہمی کشمکش خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ایوان پارلیمنٹ اور دیگر سرکاری عمارتوں پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ اور مسٹر ڈی ویلرا کی زندگی کی حفاظت بھی خاص طور پر کی جا رہی ہے۔ ۹ اگست کو پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہو گا جس کے بعد سخت ہنگامہ خیزی کی توقع ہے۔ جس میں یا تو صاحب موصوف اڑ جائینگے اور یا آئرلینڈ کے ڈکٹیٹر بن جائینگے۔

مسٹر سین گپتا آنجہانی کی ارتھی کی جو فلم کلکتہ میں لی گئی تھی۔ پولیس کمشنر مدراس نے مالکان سینما کو اسے دکھانے کی ممانعت کر دی ہے۔

فسادات کانپور کے سلسلہ میں ایک ڈکیتی و قتل کے الزام میں بعض مسلمان ماخوذ تھے۔ ۹ اگست کو سشن جج نے ان کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے سب کو بری کر دیا۔

شہزادہ معظم جاہ ولی عہد حیدر آباد ۸ اگست بعزم یورپ حیدر آباد سے بمبئی روانہ ہو گئے۔

والیان ریاست ہائے پنجاب کی ایک کانفرنس کے انعقاد کی خبر شملہ سے ۸ اگست کو موصول ہوئی ہے۔ جس میں ریاستوں کے اندرونی مسائل پر بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ ایک سب کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ جو ایک ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔

گورنر پنجاب ۹ اگست کو شملہ سے دورہ پر روانہ ہوئے۔

جاپان میں افغانستان کا سب سے پہلا سفیر سردار حبیب اللہ خاں طرزی کو مقرر کیا گیا ہے۔

لائلپور ڈسٹرکٹ میں بعض مقامات پر چونکہ کانگرسی پکٹنگ کر رہے تھے۔ اس لئے گورنمنٹ نے ایک اعلان کے ذریعہ اس ضلع میں پکٹنگ ایکٹ نافذ کر دیا ہے۔

مسٹر دیوداس گاندھی کے متعلق ۹ اگست کی اطلاع ہے کہ انہوں نے جن الفاظ میں سول نافرمانی سے اپنی علیحدگی کا چیف کمشنر کو یقین دلایا ہے ان کی موجودگی میں ان کا دہلی میں رہنا کوئی قابل اعتراض امر نہیں رہتا۔ اور غالباً انہیں رہا کر دیا جائے گا۔

عراق کی سرحد پر ۱۳ ہزار مسلح شامیوں کی موجودگی کی جو سرحد کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ خبر ایک گذشتہ پرچہ میں دی جا چکی ہے اب معلوم ہوا ہے کہ عراقی افواج کے ساتھ ان کی باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی ہے۔ جس میں ۹۵ شامی اور تیس کے قریب عراقی ہلاک ہوئے ہیں۔

جاپان اور چین کے درمیان عارضی صلح کی شرائط کی تعمیل میں جاپانی افواج کے دیوار چین کے قریب و جوار سے واپس بلا لئے جانیکی خبر ۹ اگست کو شملہ سے شائع ہوئی ہے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا - ایڈیٹر غلام نبی